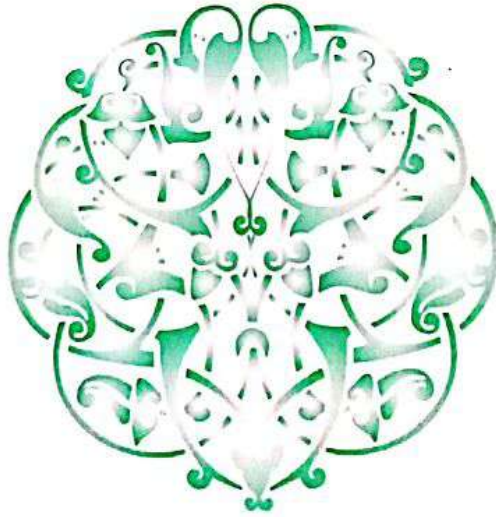




عقیدت کے آنسو

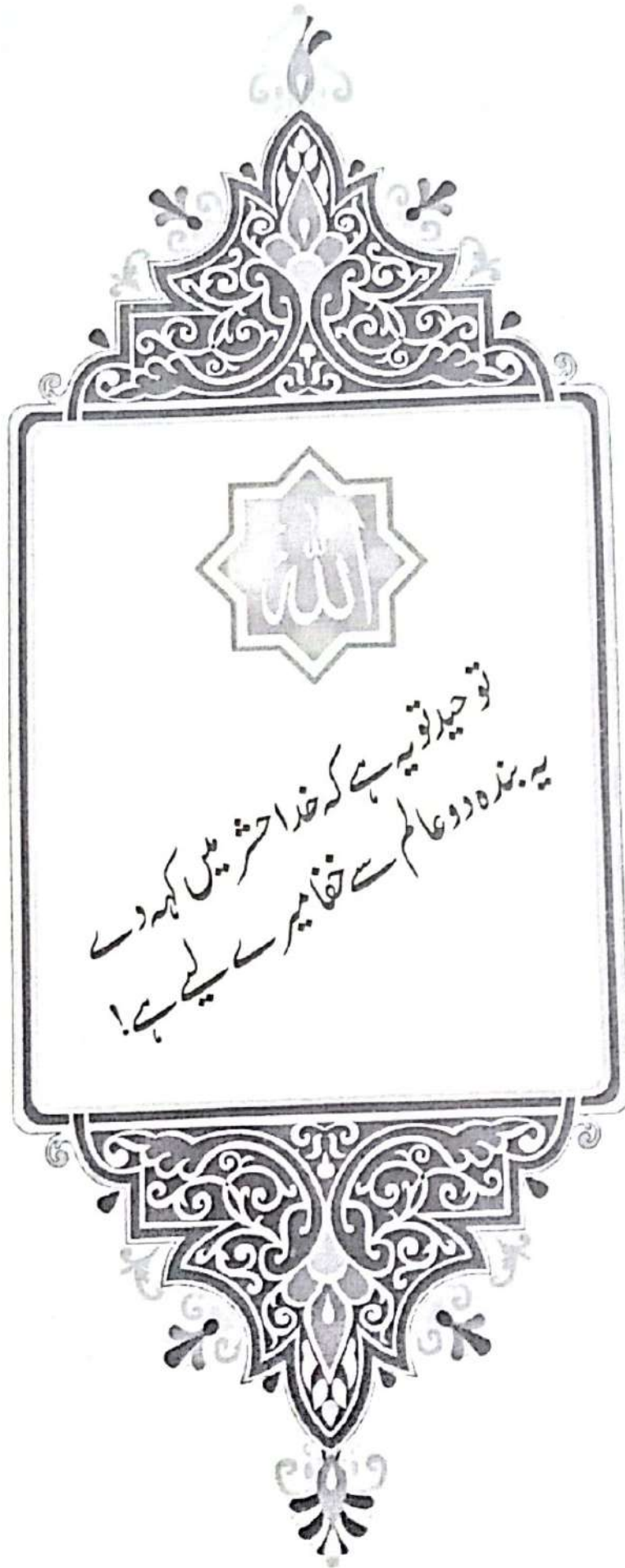
بحضور فانی الشیخ صوفی باصفا شاہ التقیاء غلام ابن غلام
حضرت حاجی غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چشتی، نظامی، گوڑوی



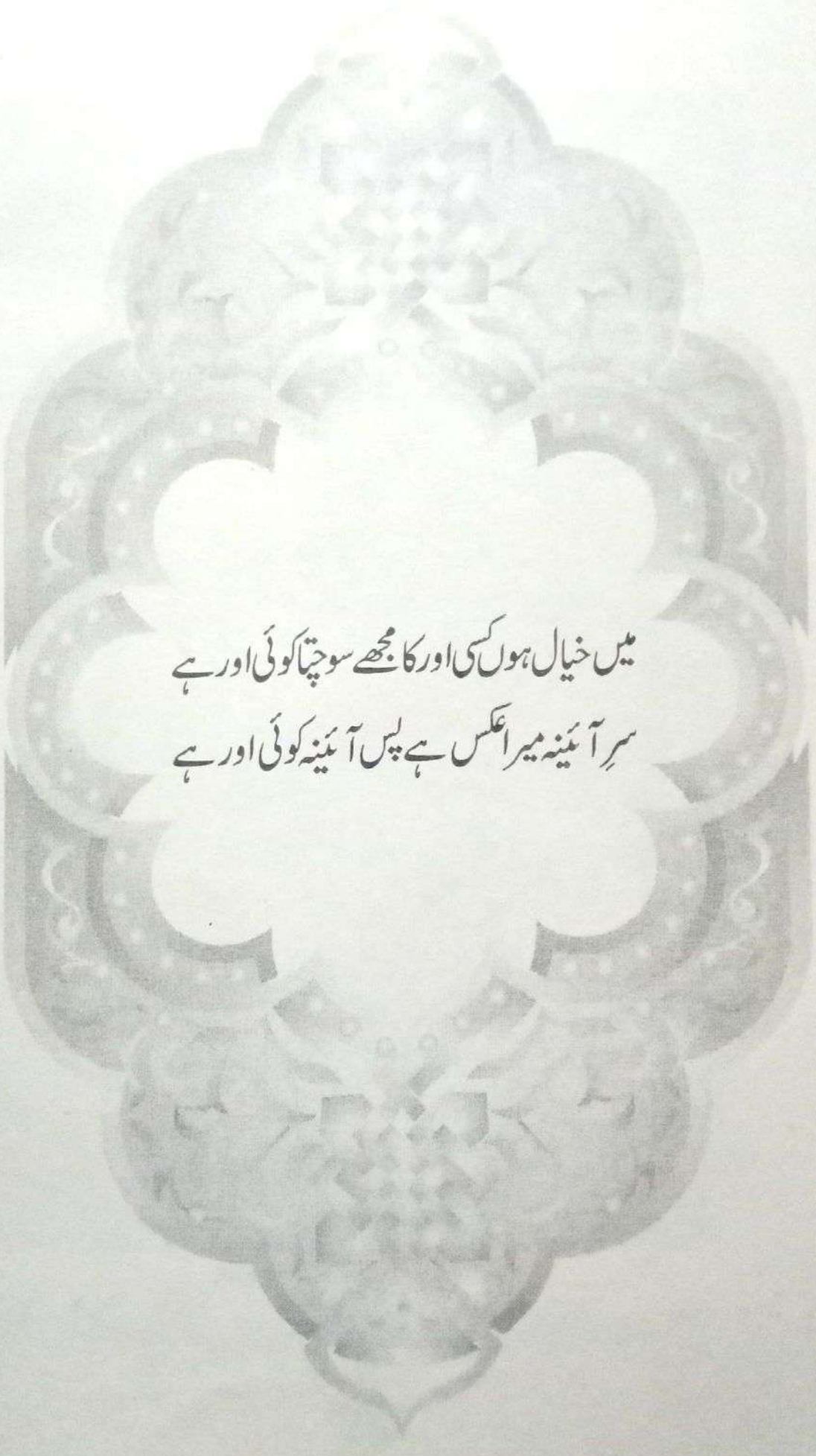
بہ اہتمام: ادارہ سوز و گداز، لاہور



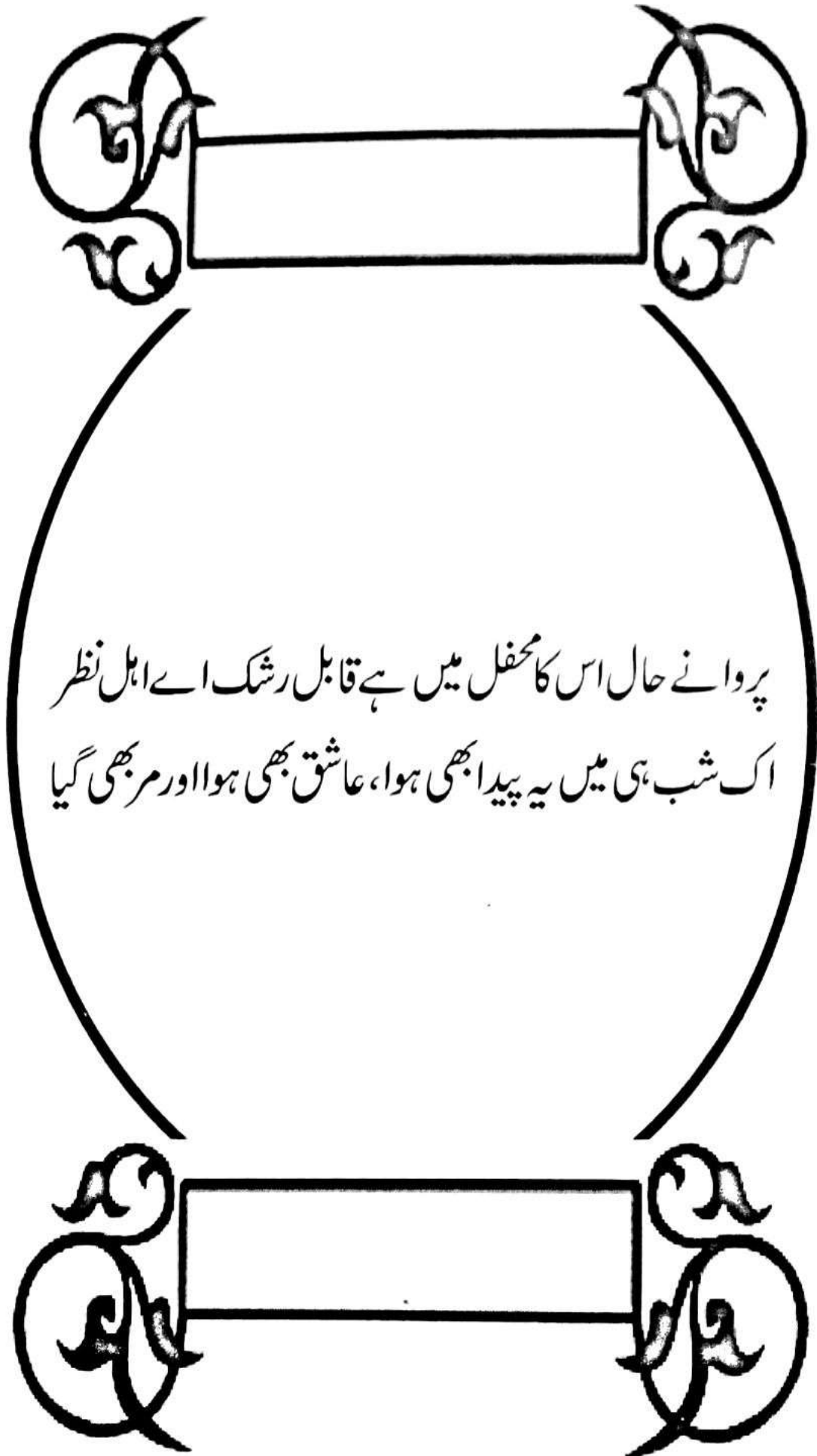
حضرت حاجی غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چشتی، نظامی، گولڑوی



توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے قنایر سا لے ہے!



میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سر آئینہ میرا عکس ہے پس آئینہ کوئی اور ہے





(جملہ حقوق انجمن نوجوانان وارثیہ محفوظ ہیں)

نام کتاب _____ عقیدت کے آنسو

مصنف _____ عبدالستار وارثی

اشاعت _____ (اول)

تعداد _____ 500

ہدیہ _____ 15 روپے

کمپوزنگ _____ محمد عمران وارثی

تعاون _____ انجمن وارثیہ انجمن خواتین وارثیہ اور انجمن طلباء اسلام

ادارہ سوز و گداز لاہور

پتہ: امیر میلاد کمیٹی ماسٹر حاجی جہانگیر علی قادری

دارالعلوم قادریہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ 32/21 اوکاڑہ پاکستان

انتساب

میں اپنی اس حقیر اور عاجزانہ کوشش کو بوسیلہ فانی الوجود محترمہ مکرمہ ماسی

سائراں بی بی صاحبہ (المعروف آپی سیراں)

محترمی و مکرمی صاحبزادہ جناب میاں محبوب صاحب مدظلہ العالی

کے نام

بصد ادب و احترام

پیش کرتا ہوں

”گر قبول آفتد ز ہے عز و شرف“

تقریظ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
موت ہے شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

خداوندِ قدوس نے اس کائنات کو حسین و جمیل بنایا اپنی قدرت کا شاہکار
حضرتِ انسان کو بنایا۔ جہاں رنگ و بو میں سب سے زیادہ مرتبہ ابنِ آدم کو دیا، اپنی
معرفت اور اپنا قرب صرف انسان کو بخشا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو برابر تو پیدا
کیا۔ لیکن مراتب کی ایک تقسیم کو واضح کر دیا ایک عام انسان اور ان اکرمکم عند
اللہ اتقاکم۔ کا مصداق انسان برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس کو اپنا دوست اس کے
اعضاء کو اپنا اعضاء اس سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ اعلانِ جنگ اپنا قرب خاص
اور معرفت حقیقی سے نوازا اس کی افضلیت کی نشانیاں ہیں بلاشبہ محترم بزرگوار حضرت
غلامِ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار بھی انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ہوتا ہے آپ کی
زندگی کے شب و روز خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بسر ہوئے۔
بے شک قوت و طاقت، عزم و استقلال، جواں مردی، اولوالعزمی کے حامل لوگ ہی
ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی ”موت یوصل الحبيب
الى الحبيب“ محبوب کو محبوب سے ملا دوا اور محبوب کی محبوب سے ملاقات کے لئے

ایک پل کا کام دیتی ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ ان الرحمة تنزل عند ذکر الصالحین۔ بے شک جب صالحین کا ذکر کیا جاتا ہے تو رحمۃ خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ قابل صدا احترام مصنف نے اپنی محبت کا اظہار ”عقیت کے آنسو“ ان کی اولیاء اللہ سے محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ نے اس کتابچہ میں ایک بندہ مومن کا اپنے خدا سے تعلق اور اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا ایک نمونہ پیش کیا ہے اور حتی الامکان کوشش کی کہ قارئین کی دلی کیفیت بدلے۔ اس کتابچہ میں جو کچھ تحریر کیا میرے خیال سے محترم بزرگوار علیہ رحمۃ کی شان اس سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ مصنف نے اپنے تفقہ اور عشق رسول کی نعمت عظمیٰ کو بروئے کار لا کر جو بھی لکھا بلاشبہ حق اور سچ لکھا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس اچھی کوشش کو اپنی اور اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور محترم بزرگوار علیہ رحمۃ کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔

طہ ویس بجاہ نیک المرسلین

حافظ محمد ثناء وارث وارثی

”پیش لفظ“

یہ دور ڈگریوں اور اسناد کا دور ہے۔ فارغ التحصیل شخص یونیورسٹی سے ہو یا کسی دینی دارالعلوم سے۔ بہر صورت اسناد کا ہونا لازمی ہے۔ کوئی دور تھا لوگ رہن سہن اور اپنی قابلیت سے پہچانے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آج معیار ہی ظاہری نمود و نمائش اور رنگینیوں کا ہو کے رہ گیا ہے پہلے لوگ شرم و حیا، تواضع و انکساری سے خود کو متعارف کرواتے تھے لیکن آج کوٹھی، کاریں اور عہدوں کا جھانسنہ دے کر ماحول اور خود کو مغالطے بے رہراوی، فحاشی، عریانی اور لاقانونیت کا شکار ہیں۔ پہلے لوگ سوز و گداز، شب بیداری، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ سے معاشرے میں مقام پاتے تھے۔ اس دور کی ستم ظریفی یہ ہے کہ بد اخلاق بد کردار لوگ کمزور، غریب عوام پر تسلط جمائے ہوئے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور بد قسمتی یہ کہ سر کی زینت سفید ٹوپی اور چہرے پر سنت رسول ﷺ اور شریفانہ لباس بھی مگر ساتھ ساتھ رشوت اور غیر اخلاقی طریقے بھی سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

آج جب ہم فنا فی الشیخ حضرت غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہلم منا رہے ہیں۔ تو ہمارے لئے یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ خصوصاً آپ کے خاندان کے لئے۔ خواہ وہ اولاد دادا سے ہو یا نانا سے ہر دوسرے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ کہ جنہوں نے صراط

الذین انعمت علیہم۔ کا انعام پایا اور وعدہ سچا پایا، ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے خاندان کی دینی، مذہبی اور مسلکی روایات کو زندہ رکھا جائے۔ ان کی سادگی سب نے دیکھی ان کا تقویٰ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ آج اپنے بیگانے اس امر کے شاہد ہیں کہ وہ اپنے اسلاف اپنے اکابر کے سچے سچے امانت دار اور پیروکار تھے۔ ان کی اولاد اور خاندان کے سامنے ان کی زندگی کی کھلی کتاب ہے۔ جس کو فی الفور پڑھ کر ہمیں عملی جامہ پہنا دینا چاہئے۔ جو مرید نہیں فوراً غلامی کے پٹے پہن لیں۔ جو نمازی نہیں، زہد و تقویٰ اور صبر و رضا والا نمازی ہو جانا چاہئے۔ محفل میلاد، محفل سماع و دیگر اولیاء کرام کے طریقے جس طرح آپ نے اپنائے، اختیار کر لینے چاہئے۔ جس طرح ان کی میراث اولاد کے لئے ظاہری چیزیں ہیں اسی طرح ان کا اثاثہ روحانی اعمال بھی ہیں۔ اس پیروی میں اہل خانہ بھی ہیں اور اہل محلہ بھی، عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ آپ کے چاہنے اور محبت کرنے والوں کا پتہ اس وقت چل جائے گا۔ جب انشاء اللہ آئندہ سال عرس شریف کا اہتمام کیا گیا، کہ کس کس نے آپ کی کون کون سی ادا اپنا کر خدائے بزرگ و برتر کے ہاں بوسیلہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کچھ مقام حاصل کر لیا ہے۔ آمین ثم آمین

والسلام

سب کوئے وارث

عبدالستار وارثی

مدح حضرت مولانا پیر حمید الدین

خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

تیرا نام لیاں کھلے دل دی کلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 اے واقف راز خفی و جلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 تیری الفت ہے ایمان میرا تیرا مکھڑا ہے قرآن میرا
 زتے ہے جنت مینوں تیری گلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 قربان میں تیر صورت توں پیا مہر علی دی صورت توں
 جو ہے نوری نچے وچہ ڈھلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 صدقہ توں گولڑے والے دا اس ہا دی بھولے بھالے دا
 میری قسمت کردے بریوں بھلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 اس اپنے یوسف پیارے دی جو ہے رکھدا تابنگ نظارے دی
 حل کردے مشکل بہر علی اے خولجہ حمید الدین ولی
 چا گھونگھٹ دے دیدار پیانہ وچہ و چھوڑے مار پیا
 کرے عرضاں دا تے خلق کھلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 ستے اپنے بخت جگاؤں نوں تے مرادان من دیاں پاؤں توں
 نت آؤندی اے دنیا درتے چلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 جو وچہ درگاہ منظور ہوتے اوہ سبھے نور و نور ہوتے
 اوہ ہو گئے حق دے خاص ولی اے خولجہ حمید الدین ولی
 نیوں نال تیرے جس لایا اے رنگ اس توں عجب چڑھایا اے
 اوہدے دل وچہ نور دی شمع جلی اے خولجہ حمید الدین ولی
 کرے ابر صفت کی بیان تیری ہے باہر عقلوں شان تیری
 اے عاشق سید مہر علی اے خولجہ حمید الدین ولی

مدح حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب
گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

باغ پنج تن دی کلی اے سید مہر علی مہک دی اے ہر گلی اے سید مہر علی
فیض پاؤن نوں تیرے دربار گوہر بار توں آؤندی اے خلقت چلی اے سید مہر علی
ذرے لکھاں ہی کہواں کی رشک سورج ہو گئے چم کے تیری تلی اے سید مہر علی
آن لگی صدق دل تھیں جو سکھی دامن ترے ہو گئی بریوں بھلی اے سید مہر علی
یاد تیری ہے عبادت دید تیری میری عید توں اس خاص حق دا ولی اے سید مہر علی
جس نے مشکل وچ کدی بس نام تیرا لے لیا ہر بلا اس دی ٹلی اے سید مہر علی
تیری پیاری پیاری صورت گولڑے دے والیا نور دے سچے ڈھلی اے سید مہر علی
مہر الفت کن شفقت منبع جو دوسخا واقف خفی و جلی اے سید مہر علی

ابر اُتے ولی کدی ہو جائے اک چشم کرم

صدقہ مولیٰ علی اے سید مہر علی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی گذارشات کا آغاز ترمذی شریف کی اس حدیث شریف سے کرتا ہوں
کہ حضرت عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم۔ بہترین انسان کون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو“

انہی مقاماتِ حمیدہ اور خوبی و شائستگی کے حامل غلام ابن غلام حضرت حاجی
غلام محمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ کرنا مقصود ہے یہ نادر روزگار شخصیت
عمل کے میدان کا شہباز، سوز و گداز کا تاجدار ہر گھڑی چشم تر اور دردمجت سے اپنے
مضطرب دل کو منور رکھتا تھا۔

یہ رابعہ بی بی کا بیٹا، ماں کی عزت و عظمت کا صغیر سنی سے ہی واقف تھا۔ یہ نبی
بخش کا نورِ نظر بعد از حیات بھی اپنے والد محترم کا فرماں بردار تھا۔ باپ کی منکسر
المزاجی بیٹے نے وراثت میں ہی لے لی تھی۔ ماں کی شب بیداری لوں، لوں میں رچ
بس گئی تھی۔ بچپن کا شعار ہی زہد و تقویٰ تھا، زمیندار گھرانے سے تعلق تھا۔ مگر ظاہر و
باطن میں نوکری کسی اور کی اختیار کر لی تھی۔ اپنی غربی پر نازاں تھا۔ کسی کے پیسہ پانی کا
اور روادار نہ تھا۔ یہ استعقامت ماں کی چکی پیسنے سے سیکھ لی تھی۔ پائے استقلال کی
جو انمردی والد محترم سے پائی۔ ابتدا ہی جہاد اکبر سے کی۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ

بارہ امت کو کس طرح سینہ سے لگایا۔ پیشانی نیاز مند تھی زبان ذکر و فکر میں محور بنتی تھی عاشقوں کے عاشق صادق تھے۔ حلال کے طالب تھے حرام سے بے نیاز تھے۔ بظاہر تقریر و تحریر سے اجتناب کرتے تھے۔ حقیقت میں اسرار خفی و جلی سے بحر و در تھے۔ خادم تھے غلام تھے صابر تھے شاگرد تھے حاذق تھے طیب محبت عاشق رسول تھے۔ اگرچہ انہی بلند یوں پر فائز تھے مگر تواضع و انکساری کے لباس میں راضی برضا تھے۔ عالم ہوا طالب علم سب کے خدمت گزار تھے۔ سائل خواہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہاتھ کے تخی تھے۔ دوستی علماء سے رکھتے تھے۔ طلباء کی خدمت کرتے تھے مشائخ کی قدم بوسی کا شوق تھا۔ محافل میلاد کا اہتمام کر کے دلی سکون حاصل کرتے تھے۔

جب ہوش سنبھالا تو آنکھ نے کوٹ نجیب اللہ کے دولہا حضرت مولانا حمید الدین کو دیکھا۔ تو پھر ساری زندگی کسی اور کو نہ دیکھا یہ چشتی نظامی سلسلہ جس کی باگ ڈور گولڑہ کے تاجدار حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ رحمۃ کے پاس تھی۔ یعنی حضرت پیر حمید الدین انہی کے خلیفہ مجاز تھے۔

ہندوستان ضلع جالندھر پون پور گاؤں میں پیدائش ہوئی مزدوری کی غرض سے جالندھر میں آئے تو ملازمت الیکٹرک کمپنی کی اختیار فرمائی دل آقائے دو جہاں سے لگایا۔ سروس کے سلسلہ میں گلی کوچوں سے گزر رہوتا۔ دل اپنے محبوب کے نقش پا کے تقدس میں محو ہوتا۔ گویا پروانہ وار شمع محبت کا طواف جاری رہتا۔

والد محترم نبی بخش احسن القصص پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے یہ ہجر و فراق کی

داستان ایسی سینہ میں پیوست ہوئی کہ دل کا نرم گوشہ دیکھ کر غموں نے یہاں اپنا گھر بنالیا تھا۔

میری نظروں میں وہ اجمالی خاکہ اسی طرح ہے۔ جیسے طائر فراق بلند یوں پر شاہینوں کی ہم نشین ہوں۔ اگر قصہ یوسف علیہ السلام سے دل لگایا تو حالات ہی ایسے ایسے پیدا ہونے لگ گئے۔

پہلے ہجرت سے پھر معاشی مسائل سے بعد میں جوان سال لڑکے کی موت سے ابھی کچھ اور چوٹیوں کو چھونا مقصود تھا۔ پوتے کا شباب بھی اجل کا شکار ہو گیا۔ یہ کوہ استقامت متزلزل نہ ہوا۔ اس کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ ویسے تو ہر آن ایمان کا خرمن لوٹنے مایوسیوں کی فوجیں حملہ آور ہوتی رہتی تھی مگر یہ اپنی نگاہوں میں مدینہ سمائے ہوئے تھا۔ آنکھ مدینہ کا نظارہ کرتی رہتی تھی دل خلوت، جلوت میں انوار الہی سے مستفیض ہوتا رہتا تھا۔

میری اس تحریر سے کوئی پریشان نہ ہو۔ خدا شاہد اگر میرا قلم مبالغہ کی طرف پڑا ہو۔ یا راقم الحروف نے ایسا سوچا بھی ہو۔ اگر انصاف کا تقاضہ پورا کیا جائے۔ تو میں مجبور ہوں۔ کہ کم از کم وہ ظاہری زندگی جس کو ہر عام و خاص آنکھ دیکھ سکتی تھی۔ اس کو تو ضرور ضبط تحریر میں لایا جائے اس درویش منش مرد کا ایک تعارف ایک پہلو سے ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔ آپ کو حسرت ہوگی آپ کو مایوسی ہوگی پریشانی ہوگی۔ کہ افسوس صد افسوس ہم نے ایسی سادہ فقیری میں شہنشاہی زندگی

گزارنے والے کی ہمہ تن گوش و زبان ہو کر صحبت اختیار نہ کی۔

اولاد ہو، ہمسائے ہوں، دوست ہوں، عزیز ہوں۔ کبھی پیشیمانگی کا ضرور شکار

ہوں گے سوائے چند ایک کے۔

آپ کی صحبت کا معیار کیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

معیار اپنا زمانے سے جدا رکھتے ہیں

ہم تو محبوب بھی محبوب خدا رکھتے ہیں

صحبت کی ایک جھلک گھر میلاد، درود و سلام کا مسکن تھا۔ علماء کا آنا جانا تھا۔

مشائخ کی آماجگاہ تھی۔ غرباء و مساکین کی دلجوئی کی جاتی تھی۔ سفید پوشوں کا بھرم تھا۔

تمام سلاسل طریقت کے احباب سے میل جول تھا۔ محافل میلاد اور سماع کو دوبالا

کرنے میں پیش پیش تھے، پیر بھائی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے نماز باجماعت کے شیدائی

تھے۔ دھن کے پکے تھے۔ آنکھیں اشکبار رہتی تھی۔ پیر حمید الدین تھے۔ حضرت مہر علی

شاہ دادا پیر تھے۔ ابوالفتح حضرت مولانا یوسف پیر بھائی تھے جو کہ مولانا غلام علی

اوکاڑوی کے ہم عصر تھے۔ حضرت آبر شاہ وارثی سے حد درجہ عقیدت تھی۔ مولانا

سردار احمد ان کے قائد تھے۔ احمد رضا بریلوی مسلک کے امام تھے۔ عبدالغفور ہزاروی

سے دلی لگاؤ تھا۔ ہر اہلسنت کے ہر فرد کی طرف میلان تھا۔ مرد میدان تھے۔ آل

پاکستان سنی کانفرنس دارالسلام (ٹوبہ) میں بڑے شہ و مد سے شرکت فرمائی تھی۔ بات

کے غنی تھے دل کے غنی تھے حضرت عزت شاہ وارثی (رکن اسلامی نظریاتی کونسل) ان کے مہمان تھے شرفاء کے رہبر و رہنما تھے۔ راقم الحروف کے سکے ماموں جان تھے۔ اچھے احباب بہترین اخوان تھے۔ حج کی سعادت کے دوران بھی آزمائش ساتھ تھی، رحمت کے طلب گار تھے۔ اسی لئے ہر آن کامیاب تھے، ذیشان تھے ذی وقار تھے۔ سید رسول شاہ بھی مدح خوان تھے۔ حاجی اسحاق ذاتی میلاد خواں تھے۔ خطیب و امام حافظ صاحب بھی موت پر اشکبار تھے۔ ابوالفتح مولانا یوسف بھی ان کی صداقت، امانت، زہد و تقویٰ کے قدردان تھے بھائی محمد اسماعیل وارثی احرام پوش رازدان تھے۔

مندرجہ بالا حقائق و شواہدِ روشنی میں قارئین کی خدمت میں کچھ معروضات پیش کروں گا۔ ان ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط الفاظ کو تسطیر کرنے کا مقصد بعد از وصال فیضانِ چشتی نظامی گولڑوی سلسلہ قائم و دائم رکھنا ہے۔

تمہید اگرچہ طوالت اختیار کر گئی۔ مجھے امید واثق ہے۔ کہ اہل محبت اس مطالعہ سے اپنے قلب کو عشق رسول کی جلا پہنچائیں گے۔ کسی کا دل شکار دیکھ کر مچلتا ہے۔ کوئی شکار ہو کر سکون کی دولت سے مستفیض ہوتا ہے۔

اس سے قبل کہ میں باقاعدہ اپنے مضمون کی طرف آؤں۔ آپ کے وصال کے چوتھے روز عالم رویا میں ایک مختصر ملاقات ہوئی۔ جو کہ کچھ اس طرح سے تھی۔ آپ سفید لباس میں ملبوس راحت فرما رہے ہیں۔ ایک نو عمر بچی نے عرض کی باباجی اگر

کہو تو دبا دوں۔ آپ خاموش رہے آپ کا چپ رہنا مجھے کچھ ایسے اگا جیسے کہہ رہے ہوں۔

تھکا تھکا سا ہوں نیند آ رہی ہے سونے دے

بہت دیا ہے تیرا ساتھ زندگی میں نے

ویسے تو ان کی زندگی مبارک کے بہت سے پہلوؤں سے متعلق حالات میری آنکھوں میں جھلملا رہے ہیں۔ خونی اور روحانی لحاظ سے بار بار دل کی مضطرب حالت اور آنکھوں کی اشکبار کیفیت ہو رہی ہے۔ دیکھئے ان کی پر کیف پرست زندگی سے کون کون سے واقعات اور کون کون سے ریاضیات کے حوالہ جات آپ کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوتا ہوں۔

آپ کی زندگی مبارکہ حقیقی اور معنوی ہر دو لحاظ سے بیک وقت دلچسپ اور اسرار و کیفیات سے رقم ہے۔ اگر ان پہلوؤں کو علیحدہ علیحدہ اجاگر کرنا چاہوں تو ان مختصر دفاتر میں احوال محبت کو کسی طرح بھی سمونا ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ اہل محبت ان امور سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ لوگ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مندرجہ ذیل شعر کے مظہر ہوتے ہیں۔

کشگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

ترجمہ: خنجر تسلیم و رضا کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی

ہے۔

لہذا اختصار کے ساتھ ملی جلی زندگی مبارکہ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔
خداے بزرگ برتر خواجگاں کا صدقہ مبالغہ سے بچنے، صحیح لکھنے، عمل کرنے اور ان
بندگان خدا کی صحبت اور ان کی سوانح حیات پڑھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

اسی ضمن میں حضرت عارف شاہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل
کرتا ہوں جو کہ صاحب روح البیان نے پارہ 26 کی تفسیر میں اسی طرح لکھا ہے:
آپ فرماتے ہیں، اولیاء اللہ کی محبت سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں اور اللہ
تعالیٰ مقام محبت اور رضائے الہی کی اسے ہدایت بخشتا ہے۔

میرے محدود علم کے مطابق جہاں جہاں آپ نے عرسوں میں شمولیت
اختیار کی ان میں سے چند جگہوں کا ذکر خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ کوٹ نجیب اللہ
شریف میں بڑے اہتمام و انصرام کے ساتھ بہت بہترین قافلے کا بندوست فرماتے
جو کہ بذریعہ ریل گاڑی راولپنڈی تک جاتا تھا قافلے کے شرکاء کمالیہ، گوجرہ اور فیصل
آباد کے پیر بھائی ہوتے تھے۔ جبکہ قافلہ سالار جناب ابوالفتح مولانا محمد یوسف صاحب
کمالیہ شریف خطیب محلہ فاضل دیوان مسجد نور ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے خاندان کے کافی افراد کو کوٹ نجیب اللہ دربار عالیہ حضرت
مولانا حمید الدین پر ساتھ لے گئے۔ اس قافلہ میں راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ ایک گلی
سے گزرتے ہوئے مجھے حکم دیا کہ تبرک کسی دکان سے خرید کر لینا چاہئے۔ میں نے اپنی

کم نہیں کے مطابق عرض کی کہ بازار سے خرید کرنے کا کیا فائدہ تو شدید محبت سے فرمانے لگے ہم غریبوں کا تو یہی مدینہ ہے۔

یاد رہے کہ آپ کے دو بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ ایک بہن جو تادم تحریر حیات ہیں اور مجرد زندگی گزار کر بازار محبت میں کامیابی سے ہمکنار ہیں۔ اس مذکورہ بہنیں نے راہ محبت میں بھائی کا ہر مقام پر مردوں کی طرح ساتھ دیا۔ دوسری بہن جو سب سے بڑی تھیں کے ہاں طویل مسافت کی وجہ سے آنا جانا کم تھا۔

تیسری بہن جو کہ راقم کی والدہ ہیں اور حج کی سعادت بھی حاصل کر چکی ہیں کے ہاں آنا جانا کافی رہا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ والد محترم اور تمام بھانجوں سے مسلک کے لحاظ سے اختلاف نہ تھا۔ ایک مرتبہ تشریف لانے پر معمول کے مطابق مسجد میں نماز کے بعد قرآن خوانی کی۔ تو دیکھا قرآن کی الماریوں کے سامنے پردے کا انتظام نہ تھا۔ جب والد محترم سے ملے تو فرمانے لگے بھائی جی قرآن پاک نمایاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح مسجد سے نکلتے وقت قرآن پاک کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ لہذا ان پر جلد سے جلد پردے کا انتظام کرنا چاہئے جس کا والد محترم نے بھی اقرار کیا اور ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔

راقم الحروف سے جب ملاقات ہوتی۔ تو میلاد شریف کے لئے کہیں نہ کہیں جانے کا حکم فرماتے۔ خصوصاً گوجرہ شہر میں صوفی غلام حسین کی مسجد میں نماز جمعہ یا شہادت امام حسین محرم الحرام کے دنوں میں سماعت کرنے کے لئے شب کو مجھے ساتھ

لے جایا کرتے اور آل پاک کی محبت میں بہت زیادہ اشک بہاتے۔

اسی طرح زہد الانبیاء حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر جب بہشتی دروازہ کھلتا تو نہایت عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بہشتی دروازہ سے گزرتے اور پاکپتن شریف کا اس قدر احترام فرماتے کہ گلیوں بازاروں میں بھی جوتے اتار کر چلتے پھرتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک سادہ قسم کا تھیلا ساتھ رکھتے اس میں پاکپتن شریف کا تبرک واپسی مرتبہ ساتھ لے کر آتے اور خوشی و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے گھر میں اور ہمسایوں میں خود تبرک تقسیم کرتے۔

علاوہ ازیں اپنے گھر میں ربیع الاول، ربیع الثانی، محرم الحرام، رجب المرجب کے مہینوں میں مختلف علماء کرام اور نعت خوانوں کو بلا کر محفل ذکر و درود و سلام کا اہتمام فرماتے ان محافل میں شمولیت کرنے والے علماء کرام میں چند اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ سید رسول شاہ صاحب 2۔ ابوالفتح مولانا یوسف صاحب
کمالیہ 3۔ مولانا حاجی محمد اسحاق صاحب خطیب فیصل آباد 4۔ پیر سید حکیم طالب
حسین شاہ بخاری بنگلہ گوگیرہ ضلع اوکاڑہ 5۔ مولانا بشیر احمد صاحب قادری 6۔ اور
سید محمد حسین شاہ صاحب قابل ذکر ہیں۔

ایک مرتبہ بندہ پرورد غریب نواز دستگیر خاص و عام حضرت حاجی عزت شاہ صاحب وارثی بمعہ تمام ارکان میلاد کمیٹی آپ کے دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔

مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا اور سرکار عزت مآب حضرت عزت شاہ وارثی بغیر اطلاع کے جلوہ افروز ہوئے تھے۔

جاتے جاتے ایک اور قابل ذکر بات کرتا جاؤں کہ جب سرکار گھر میں داخل ہوئے تو آپ کی طبیعت اور وضع کے مطابق زمین پر چٹائی کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ مجھے کہتے ہیں کوئی باق نہیں کہ یہ محترم میزبان حضرت غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ماسی محترمہ کی فراست کا ایک منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس بے مثال نشست کو اسی وقت جس طرح ہم نے جیسے قلمبند کیا وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور مستفیض ہوں۔

مورخہ 21/4/93 بروز بدھ بر مکان حاجی غلام محمد جلیانوالہ گوجرہ بوقت شام 6:15 بجے جو گفتگو سرکار عزت شاہ صاحب وارثی نے فرمائی (جبکہ تحریر محمد امین وارثی کی تھی) شرکاء میں میلاد کمیٹی کے ارکان کے علاوہ حاجی محمد مشتاق وارثی، حاجی محمد رزاق وارثی، حاجی محمد اصغر وارثی، حاجی بشیر، محمد انعام وارث وارثی احرام پوش شفقت شاہ صاحب وارثی، احرام پوش غلام شاہ صاحب وارثی، مجرد آپی سائراں بی بی (بہن صاحب خانہ) اور حاجی غلام محمد گولڑوی صاحب خانہ تھے۔

جو آپ نے گفتگو فرمائی وہ کچھ ایسے تھے:

1- ”سلسلہ وارثیہ کے کافی لوگ اس دفعہ حج پر جا رہے ہیں بلکہ پہلا جہاز

سلسلہ وارثیہ کا خصوصی طور پر جا رہا ہے۔“

2- ”ارشاد فرمایا میں نے جالندھر کے علاقہ کی سیر کی ہے وہاں کے باسی

بزرگوں کے بہت زیادہ معتقد ہوتے ہیں۔“

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ پرانے لوگوں میں بہت زیادہ عقیدت ہوتی ہے۔ جبکہ اشارہ ماموں جان اور ماسی صاحبہ کی طرف تھا۔ پھر مذاح کی طرف طبیعت مائل ہو گئی تو فرمانے لگے آپ سب چائے پیئیں گے تو میں بھی چائے پیوں گا۔

3- صاحب خانہ کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے میں اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو اپنے سر کا تاج سمجھتا ہوں۔ اور گولڑہ شریف کو اپنا پیر خانہ قرار دیتا ہوں۔

پھر اسی نشست میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مناقب بیان فرمائے۔

(نوٹ:- اسی نشست کے ضمن میں سرکار نے شامل و مناقب بابا فرید پر ایک طویل خط تحریر کر کے بھیجا جو کہ بعد میں چھپوا کر اہل محبت میں مفت تقسیم کیا گیا یہ سبھی کچھ ماموں جان کی محبت کا حصہ ہے)۔

آپ جب ذکر رسول سنتے تو کیف و مستی کے عالم میں بار بار فرماتے کیا بات ہے کیا بات ہے۔ 15 ستمبر 1990 بروز ہفتہ جب بھائی محمد انور وارثی کا انتقال ہوا۔ تو دوسرے روز رسم قل ادا کی گئی۔ قل خوانی کے بعد۔ نذرانہ عقیدت اور انتقال پر ملال پر اظہار افسوس کرنے کے لئے مختلف علماء کرام نے شرکت کی۔ تو اس

محفل میں مولانا عطاء الرحمن حامی صاحب کا خطاب مسکور کن اور متاثر کرنے والا تھا۔
مگر یہ سارا سلسلہ اور کیفیات کی گھڑی جناب غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دم قدم سے
تھی۔ آپ بار بار مقرر کو داد و اور نیاز پیش کر رہے تھے۔ اور آنکھوں میں آنسوؤں کی
جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اور یہ منظر مضطرب دلوں کے لئے قابل دید تھا۔

آپ کے وصال پر ایک اور دلچسپ چیز دیکھنے میں آئی۔ جو کہ مختلف لوگ
مختلف جگہوں پر بیان کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ بابا جی غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے
ساری زندگی کسی کا دل نہ دکھایا۔ یعنی وہ حدیث شریف دہراتے ہوئے گئے کہ مومن
وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔

دوسرے روز وصال کے بعد شام کے وقت راقم اور آپ کا پوتا محمد شفیق چشتی
آپ کی قبر انور پر حاضری دینے کے لئے گئے۔ تو قبر انور کو دیکھتے ہی مجھے احساس
شدت سے ہو رہا تھا کہ آپ کی قبر انور شایان شان تعمیر ہونی چاہئے۔ اسی سوچ میں
درویش شریف پڑھتا ہوا پاس بیٹھ گیا تصور اور خیال میں ماموں جان کے فراق کے
جذبات موجزن تھے انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا پاس بیٹھا تھا۔ تو آپ کی سادگی اور
مذہبی انس دیکھ کر مجھے آپ یوں کہتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے جو کہ آپ کی زندگی
مبارکہ کی عین عکاسی کر رہی تھی۔

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے

تیرے نام پہ مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

ایک واقعہ جو مجھے آپ کے پوتے محمد شفیق چشتی نے سنایا جو کہ حضرت غلام محمد رحمۃ اللہ اکثر سنایا کرتے تھے۔ فرمایا میں الیکٹرک کمپنی جالندھر شہر میں سروس کے دوران اپنے پیر و مرشد مولوی حمید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ گولڑہ شریف پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ تو آپ نے حکم فرمایا کل پاکپتن شریف چلنا ہے اور بہشتی دروازہ کی سعادت بھی حاصل کرنا مقصود ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے پیر حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضور میں تو صرف چار روز کی چھٹی منظور کروا کے آیا ہوں۔ تو حضرت حمید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت گولڑوی نے چھٹی کا ذکر تو نہیں کیا۔ آپ نے تو پاکپتن شریف جانے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں چنانچہ ہم نے دادا مرشد کی معیت میں بہشتی دروازہ کی سعادت حاصل کی۔ اسی اثنا میں ہمیں کافی دن سفر میں گزارنا پڑے۔ جب واپسی پر میں ڈیوٹی پر حاضر ہوا۔ تو کیا دیکھا کہ ایکسین کے دفتر میں میز کے شیشے کے نیچے انیس یوم کی چھٹی منظور پڑی تھی۔ میرے پوچھنے پر ایکسین نے کہا مجھے معلوم نہیں چھٹی کون دے گیا ہے۔ فرمایا میرے منہ سے جو بے ساختہ الفاظ نکلے وہ یہ تھے کہ یہ میرے پیر کی کرامت ہے۔ یہ میرے پیر کی کرامت ہے۔

آپ کی والدین سے وابستگی اور محبت غیر متزلزل اور لامتناہی تھی جب کبھی والدین کا ذکر ہوتا تو آپ سر داور رنگ زرد ہو جاتا آپ ہر سال گوجرہ سے سفر کر کے فیصل آباد کے دیہی علاقہ چک نمبر 9 کے قبرستان پہنچتے جہاں آپ کے والد ماجد کی قبر

مبارک ہے۔ جو کہ تقسیم کے وقت قافلہ جب چک نمبر 9 پہنچا تو قضائے الہی سے وفات پائی۔ راقم الحروف جب 1968 تا 1973 تک فیصل کالج میں زیر تعلیم تھا۔ تو ماموں جان مجھے محرم الحرام میں نانا جان کی قبر کی زیارت کے لئے ساتھ سائیکل پر فیصل آباد سے چک نمبر 9 لے جایا کرتے تھے۔

آج بھی جب مجھے ان کی رفاقت اور صحبت یاد آتی ہے۔ تو بے ساختہ مولانا روم کا وہ شعر زبان پر آ جاتا ہے۔ جس میں مولانا روم نے اچھی اور بری صحبت کا برملا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

اسی طرح فرض شناسی اور شفقت کے سلسلہ میں بہت واقعات ہیں جو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ بتی سناتے ہیں۔

بارہا مرتبہ آپ کے ساتھ سفر کرنے کا موقع ہاتھ آیا، لیکن یہ کبھی نہ ہوا کہ کرایہ کوئی اور ادا کرے۔ بلکہ سختی سے فرماتے میرا حق ہے یا تمہارا۔ اس طرح ہمیں ادب کے پیش نظر خاموش رہنا پڑتا۔

اہل محبت کی زندگی کی کتاب بلاشبہ ہجر و فراق کی داستان ہوتی ہے۔ وہ حسن یار کے متلاشی اپنے صحن محبت کو سجا کے رکھتے ہیں دہلیز کو روز و شب کھلا رکھتے ہیں۔ یہ اپنی بیٹھک اپنے دلان برائے یار اور آنکھوں کو بچھا کر رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ آپ کے

اوصاف کا تذکرہ سن کر خفا نہ ہوں ان کی وضاحت کے لئے تحریر کئے دیتا ہوں کہ:

کافی ہے یہ پتہ میرا لوح مزار پر

بیدم تیرا غلام تھا حلقہ بگوش تھا

میرے پاس اس تحریر کے لکھنے میں یہ سند کافی ہے کہ حضرت حاجی غلام محمد

رحمۃ اللہ علیہ تازا ایست غلامی کے پٹہ میں رہے اور یہ ان کا فخر تھا اور بعد از وصال ان کی

حالت کچھ ایسی ہے جس کی تصویر بیدم وارثی نے خوب کھینچی ہے۔

مرے ہیں جو محبت میں ہوئے ہم سے وہی اچھے

مڑے سے قبر میں سونا نہ کچھ کہنا نہ کچھ سننا

خدا شاہد یہ لوگ اس حدیث مبارک کے مصداق ہیں جس میں سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی صراحت سے فرمایا ہے کہ جب آدمی کا حساب ہوتا ہے۔ تو

منکرین حساب و کتاب سے مطمئن ہو کر منکرین صاحب قبر کو کہتے ہیں کہ تجھے کوئی غم

اور فکر نہیں سو جا جیسے بے فکر ہو کر دلہن سو جایا کرتی ہے۔

دورانِ سروس جب آپ ساہیوال شہر میں خدمات سرانجام دے رہے تھے تو

فرمانے لگے میں اکثر و بیشتر سائیکل پر ہی ساہیوال سے گوجرہ چلا جایا کرتا تھا۔ فرمایا

ایک دفعہ مجھے راوی کے علاقہ کیلانووالہ میں رات پڑ گئی اور میں نے شب مسجد میں

گزارنے کا ارادہ کر لیا، سائیکل کو پاس کھڑا کر کے اپنے پیرومرشد کو یاد کرتے ہوئے

سو گیا، آپ فرماتے ہیں آدھی رات کے وقت ایک مشکوک آدمی مسجد میں میں نے

دیکھا۔ پھر مزید واقعہ سناتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے رقت آمیز لہجہ میں فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر و مرشد کی برزخ قائم کی۔ تو خدا شاہد پھر مسجد میں ایک تیسرے آدمی کی آہٹ تھی اور وہ مشکوک آدمی مسجد سے جا چکا تھا اور یوں مجھے میرے پیر و مرشد کی مدد ہر گھڑی حاصل تھی۔

ان کی فریفتگی برائے پیر و مرشد قابل دید بھی تھی اور شنید بھی ہر لحظہ محبوب کی گفتگو سے سروکار تھا۔

فرمایا ایک آدمی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور میرا بچہ جو کہ کئی روز سے لاپتہ ہے مہربانی فرمائیے فرمایا۔ میرے پیر و مرشد اپنی موج مشکل کشائی میں تشریف فرما تھے بندہ پروی ان کا کام تھا فوراً زبان گوہر بار سے فرمانے لگے ہماری بلی کی خدمت کرو۔ سائل اپنی مراد لینے پختہ یقین لئے ہوئے تھا۔ فوراً بلی کو قصائی سے گوشت خرید کر پیش کیا۔ بلی نے گوشت کھایا، منہ میں گوشت کے مزے لے رہی تھی اور بارگاہ مہروی میں خوشی اور تشکر کی نگاہیں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ نہ جانے اپنے مالک کے حکم کی منتظر تھی۔ کہ آقا حکم صادر کرے اور میں حکم کی تعمیل بجالاؤں تو سرکار نے فرمایا: ارے بلی جس نے تیرا پیٹ بھرا تو بھی اس کا کام کر۔ لہذا بلی نے چھوٹی سی دیوار پھلانگی اور تھوڑی دیر کے بعد بلی واپس آئی۔ بلی اپنے آقا سے ہمکلام تھی عاشق و معشوق میں رمز تھی جس کو زبان مہروی نے برملا اعلان فرمایا۔ سائل کہاں ہے اور یہ بھی فرمایا: سائل کہاں ہے سائل حاضر ہوا اور پھر یوں

ارشاد ہوا کہ اسی دیوار کے عقب میں دیکھو۔ چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو بچہ پایا گیا سائل خوش خرم بامراد گھر لوٹا۔ فرمایا میرے پیر کا کیا کہنا میرا پیر صاحب کرامت بھی تھا اور باعمل بھی۔ بس اس کے بعد آنکھیں پر غم تھیں بچگی بندی ہوئی تھی۔ یہ پیاراں کا زیور تھا یہ عشق ان کو میراث میں ملا تھا۔ اسی پر ابتدا تھی اور اسی پر انتہا تھی جیسے جگر مراد آباد نے خوب تشریح کی ہے۔

عشق ہی خود عشق کا انعام ہے

واہ کیا آغاز کیا انجام ہے

میرا قلم مجھے واقعات کی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور میرا دل مجھے مہروی باغ کے شگفتہ پھول پر آنسوؤں کے قطروں کی ٹھنڈک کے اسرار و رموز کھولنے کو کہہ رہا ہے۔ ان کی بے تاب نگاہیں جو انتظار میں دست بستہ کھڑی رہتی تھیں۔ اس فراق سے جو دلی اضطراب کا عالم پیدا ہو گیا تھا۔ اس پر تھوڑی روشنی ڈالنے کو کہہ رہا ہے۔

ایک سال سے کان سنتے تھے مگر بند کرتے تھے۔ آنکھیں دیکھتی تھیں مگر نظروں کو دل کی طرف پھیر لیا تھا۔ جسم و جان کمزور نہ تھے۔ مگر نحیف و کمزور کر کے مراقبہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ یہ ضعیف مگر ایمان کا قد آور بندہ خدا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک چیونٹی سے بھی آہستہ مسجد کو برائے نماز جمعہ برائے میلاد شریف محبت کی چھڑی ہاتھ میں لئے چلا جا رہا تھا۔ کیا اس گاؤں کے جوانوں کو نہیں معلوم جو ان کو موٹر سائیکل پر بٹھانے کی پیشکش بار بار کرتے تھے۔ کیا بچے ان کے اس

حسین کردار اور عمل کو بھول جائیں گے۔ کیا چشم فلک ایسے عاشق کو دیکھنے کے لئے ترسانہیں کرے گی۔ کیا قدسی جنہوں نے خدا پر اعتراض کیا تھا۔ کہ یہ انسان دنگا و فساد کا مرتکب ہوگا۔ اس مہروی گولڑوی چاند کو دیکھ کر گریبانوں میں منہ نہ ڈال لیں گے کہ یا اللہ تیرا ارشاد سچ ہے ہم پشیمان ہیں۔

میرے عزیز میرے دوست میں کون ہوں جو ایسے قدسی صفت انسان کی مناقب قلم بند کر سکوں۔ یہ تو خدا کا وعدہ ہے جس کی تکمیل خدا جس سے چاہے کروا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فاذا کرونی اذ کرکم وشکرو لی ولا تکفرون کیا اس آیت مبارکہ کا اطلاق ایسے فنانی الشیخ پر موزوں نہیں کیا ایسے عاشق صادق پر مناسب نہیں جس کی ساری زندگی ہٹ کے گزری ہو۔ اور ہر آن پر کام یہی کہتے گزری ہو۔

اس سنگ آستاں پہ جبین نیاز ہے

واللہ کیا نماز ہماری نماز ہے

ناموس مصطفیٰ کا پروانہ آخری سال کی ساعتیں جلیانوالہ کے گلی کو چوں سے ہٹ کر اپنے خانہ دل سے لگا کر گھر کے گوشے میں پردہ نشیں ہو کے بیٹھنا پسند کر رہا ہے۔ مگر تلاوت رخ یار اور سجدہ نیاز میں کچھ غفلت نہیں۔ ان کی جبین سائی اور ان کی آرزو مندی دیکھ کر میرا قلم بے باک ہو گیا ہے کہ ایسا بامراد عاشق جس کی شہادت مشائخ دیں۔ جس کی تعریف علماء کریں۔ اس کے مناقب میرا قلم نہ لکھے۔ کل قیامت

میں کیا منہ دکھلاؤں گا۔

آپ کی نواسی سے جب آپ کے متعلق پوچھا گیا۔ تو کہنے لگیں، مجھے تو ایک بات بہت یاد ہے جو کہ ہمیں اکثر و بیشتر اوقات حکم کے لہجہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ سبز اور سیاہ رنگ کا کپڑا مت پہنا کرو۔ جو کہ غلاف کعبہ اور گنبد خضرا کی نسبت سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ یہ تھا شمع توحید و رسالت کے پروانے کا والہانہ عشق و پیار جو کبھی بھی ہاتھ سے کوئی موقع خالی نہ جانے دیتے تھے۔

آپ کے پڑپوتوں کے نام تجویز کرنے کا جب وقت آیا۔ تو کسی نے کوئی رائے دی کسی نے کوئی۔ مگر آپ اپنے ایمان، عشق، محبت کا عزم تھے مصر تھے کہ میں چشتی ہوں میں نظامی ہوں مجھے تو، معین الدین، نصیر الدین نام اچھے لگتے ہیں۔ چنانچہ یہی نام تجویز کئے گئے اور پھر لاڈ سے جب پکارتے تو فرماتے معین الدین چشتی نصیر الدین چراغ دہلوی، ادھر آؤ میری بات سنو اور بار بار ان ناموں کا ازراہ عقیدت تکرار فرماتے۔

پیر مغاں کے پائے ناز اور میرا سر نیاز

ہوتی ہے میکدے میں روز روز اپنی نماز عشق

راقم نے جب عرض کی ماموں جان آپ کوٹ نجیب اللہ عرس پر اس دفعہ تشریف نہ لے گئے۔ میرے یہ الفاظ ختم نہ ہو پائے تھے۔ آنسوؤں کی لڑیاں پروئی جانے لگیں۔ کوچہ یار کے تذکرے زبان سے کرنا چاہتے تھے لاغر تھے۔ فرمانے لگے

وہ دن بھلے تھے جب اپنے پیر و مرشد کے دربار گوہر بار میں حاضری کی سعادت حاصل کیا کرتا تھا۔ محبوب کے پائے ناز پر میرا سر نیاز ہوتا تھا۔ بجلی اس قدر بندھی کہ آپ پیکر ہی فراق کی تصویر بن چکا تھا یہ مجاہد بھی تھا اور رند بھی یہ زاہد بھی تھا میکش بھی۔ مگر یہ جام و سبو سے لاتعلقی تھا ہوش و خرد سے دور تھا۔ بس نظروں کے پیمانے بھر بھر کے پینے میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کم گفتن کم خوردن کا مصداق شب و روز اپنے محبوب کا منتظر رہتا تھا۔ اسے جب ضرورت ہوتی کسی دنیا دار کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتا بلکہ غوث الاعظم محبوب سبحانی سے بلا واسطہ اپنی غم کی کہانی کہہ سنا تا اور مرادوں سے اپنی جھولی بھر لیتا۔ اسی ضمن میں آپ سب کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہوں گا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی دنیا و آخرت کے مقاصد کے لئے دہلیز مصطفیٰ یعنی آمنہ کے لال سے مانگا جو مانگا۔ کسی اور کے سامنے دست دراز نہ کیا۔ اور پھر یہ آمر بھی اظہر من الشمس ہے۔ کہ آپ کا وصال آپ کی امیدوں کو پورا کرتا ہوا۔ اپنے کعبہ مقصود کو پہنچ گیا یعنی آپ کا وصال شریف 16 ربیع الاول کو ہوا۔

اور یہ بات بھی عیاں ہے کہ حضرت غوث الاعظم کی محبت آپ کو اپنے دامن میں ایسے بسا کے لے گئی کہ آج چہلم جب آپ کا ہو رہا ہے تو ماہ مبارک غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یعنی ربیع الثانی کا مبارک مہینہ ہے۔

مندرجہ بالا بات کو مداح حبیب الحاج حضرت ابر شاہ وارثی جالندھری ملتانی شاعر اہل سنت نے کیسے خوب انداز میں فرمایا ہے:

مریا جہدے وچ عشق، گئی روح اودھرتے وجود میرا دل گور لے گئے
 لے گئے آپ میری میت، ایہہ لجیں کہ اوہ کوئی ہور لے گئے
 لے گئے نال حفاظت چا کندھیاں تے اے لجیں کیتا کہ میٹوں ٹور لے گئے
 آبر روح اک، اک وجود دوسن اک سعد لے گئے اک چور لے گئے
 آپ کے وصال سے قبل جو ہفتہ گزرا دل و دماغ میں غسل طہارت کا تصور
 نہایت پختہ ہو چکا تھا۔ لہذا بار بار نہانے کا عمل جاری رکھتے ویسے بھی تندرستی کے ایام
 میں بھی کپڑوں کو صاف شفاف رکھتے، خواہ کس قدر سردی بھی ہو۔ ذرا سا بھی شک
 محسوس ہوا۔ غسل بھی کیا اور کپڑے بھی تبدیل فرماتے تھے۔ غسل میں یہاں تک تیزی
 طبیعت میں آگئی کہ ہمشیرہ صاحبہ کہتی ہیں، کہ ایک روز میں 26 مرتبہ تک بھی غسل
 فرمایا۔ اس طرح دو ہفتہ کے شب و روز وصال کی بے تابی میں گزر گئے اور یہ امر بھی
 قابل ذکر ہے کہ تلاوت قرآن پاک بھی متواتر فرماتے رہے۔

مئی کا مہینہ سخت گرمی کا مہینہ تھا ظاہری طور پر بھی گرمی کی شدت برداشت
 سے باہر تھی۔ یہ فنا فی الشیخ غلام محمد صدے جھیل جھیل کر عادی ہو چکا تھا۔ اس کا انتظار
 حسرت و یاس سے دو قدم آگے تھا۔ یہ ہجر و فراق کی گرمی سے پہلے ہی کندن بن چکا
 تھا۔ نہ اسے حوادث کا ڈر تھا اور نہ ہی غم زمانہ۔ بلکہ ہر کس و نا کس شاہد ہیں، کہ ان کی
 موت پر مسرت ہوائیں شادمانی کا مژدہ لے کر آئیں۔ آبِ پیغام موت، موت نہ
 تھا۔ اب خوشخبری دیدار مصطفیٰ کی تھی۔ عزیزوں کو ایک روز پہلے بذریعہ فون بلوایا تھا۔

جھونکے ہوا کے وعدے پورا کرنے میں پیش پیش تھے کہ ولہم خاف مقام ربہ
جنتان وقت سہانا تھا وصیت صرف ایک تھی کہ مجھے میری ماں کے قدموں میں دفن کیا
جائے۔ تاکہ ماں دیکھ لے۔ کہ جس کو نازوں سے پالا تھا۔ وہ سرخرو ہو کر قدموں میں
آ گیا ہے۔

رات خیریت سے گزری صبح 7:30 بجے تھے کہ محبتوں کا چشم و چراغ داعی
اجل کو لبیک کہہ کر دارِ فانی سے بقا کی زندگی اختیار کر چکا تھا یہ پروانہ شمع مہروی پر قربان
ہو کر جہادِ اکبر کی شہادت پر فیض یاب ہو چکا تھا۔ یہ خزاؤں کا وطن چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ
بہاروں یعنی جنتوں کا مہمان بن چکا تھا۔ میری ڈھارس دم توڑ چکی ہے۔ میرا قلم اپنی
بساط ختم کر چکا ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون

ان کی محبت کی آخری دلیل دیئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔ کہ جب مجھے آپ کے
وصال کا پیغام ملا تو میری زبان پر جو اچانک الفاظ آئے وہ بھی ان کی ابدی ازلی محبت کا
پیغام تھا۔

ما بندہ محمد ال محمد ایم

آپ کے وصال شریف کے بعد جو اہل خانہ عزیز و اقارب اہل محبت اور
دوستوں کی جو حالت ہوئی ملاحظہ ہو

بیدم ان کے جاتے ہی کچھ ایسی حالت زار ہوئی

ضبط کہ ہمت ٹوٹ گئی صبر کا دامن چھوٹ گیا

وما علینا الا البلاغ

والسلام

